رجسٹرڈ ڈایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM QADIAN.

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی چہا درقت دیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

چندہ سالانہ

والیانِ ریاست سے ۱۰؍
عوام و امراء سے ۵؍
معاونین سے ۴؍
عوام سے ۳؍
ممالک غیر سے ۸ شلنگ

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد

ترابِ احمدی عرفانی

عرفانی (مجاہد مصری)

بدیہ المسیح
قادیان دارالامان سے
ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
شائع ہوتا ہے

جلد ۳۷ | قادیان۔ ۷ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۳ھ | نمبر ۲۰

الحکم کے اجراء پر

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بدیں الفاظ فرمانا

مکتوب مبارک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی شیخ صاحب!

مجھے یہ معلوم کرکے بیحد خوشی ہوئی ہے۔ کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کردے۔

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن

دل ہی چاہتا ہے

کہ الحکم جس کا نام ہی تبا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار

میرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر الحکم آفس واقع ترابہ منزل قادیان سے شائع ہوا)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

خاص نمبر کی مقبولیت

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ خاص نمبر ٹھیک وقت پر شائع ہو گیا۔ اور احباب کو پہنچ گیا۔ خاص نمبر کی ترتیب میں اگرچہ پوری محنت کا موقع نہیں ملا۔ مگر اس میں کچھ شبہ نہیں احباب اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اور اب تک درخواستیں آرہی ہیں۔ لیکن دفتر اب ان کی درخواستوں کی تعمیل سے قاصر ہے۔ البتہ اگر دو ہزار جدید درخواستیں ہوں تو اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو سکتا ہے۔

شکریہ احباب

بعض احباب نے دفتر الحکم کی تحویل میں کچھ کاپیاں مفت اشاعت کے لئے دے دی تھیں۔ جن کو موقعہ مناسب پر تقسیم کر دیا گیا ہے۔ نام بنام ایسے احباب کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ بعض ایسے بھی بزرگ تھے۔ جنہوں نے اگرچہ دفتر الحکم کو ایسی اجازت نہ دی تھی۔ مگر خاکسار ایڈیٹر الحکم اپنے نیازمندانہ تعلقات اور اُن کے اخلاص پر اسقدر مطمئن تھا کہ اس نے ان درخواستوں کو رد کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جو اس نمبر کو مفت لینے کے لئے آئی تھیں اسلئے انھیں پورا کر دیا گیا۔

اخبار کی اشاعت بڑھاؤ

جو احباب یہ یقین رکھتے ہیں کہ الحکم ایک مفید کام کر رہا ہے۔ اور اس کا دور جدید عصر سعادت کی یاد دلاتا ہے۔ انھیں چاہیئے کہ وہ اپنے اخبار کی خریداری کے دائرہ کو وسیع کریں۔ میں اسوقت ہر اک خریدار سے صرف **ایک خریدار** زائد کی درخواست کرتا ہوں۔ اور زیادہ جس قدر ان سے ممکن ہو۔ اگر تمام احباب اس غرض کے لئے اپنی کوششوں کو متحد کریں تو یکم جولائی تک ۱۹۳۴ء تک الحکم کی اشاعت **ایک ہزار** ہو سکتی ہے۔ اس خصوص میں تمام انجمنوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بحیثیت مجموعی الحکم کی ایک ایک کاپی خرید کریں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ میری اس درخواست کو انجمنوں کے ذمہ دار کارکن رد نہیں کریں گے۔ بلکہ بہت جلد خریداری کی درخواستیں بھیجکر ادارہ الحکم کو مضبوط کرنے کی فکر کریں گے۔

خریداران الحکم کی خدمت میں ضروری اطلاع

الحکم خدا تعالیٰ کے فضل سے اب اس سال کے چھٹے مہینے میں قدم رکھ رہا ہے۔ اس عرصہ میں الحکم نہایت باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا ہے۔ بلکہ وقت سے ایک دن پہلے خریداروں کو ملتا رہا۔ مضامین کے لحاظ سے اس کی یہ شان رہی۔ کہ ہر طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی۔ بہت سے احباب نے اپنے فرض کو شناخت کیا۔ اور اس کی قیمت پیشگی ادا کی۔ اور بعض نے اعانت بھی کی جزاھم اللہ احسن الجزاء لیکن ابھی ایک بہت بڑا حصہ ایسے خریداروں کا باقی ہے۔ جنہوں نے قیمتیں ادا نہیں کیں۔ بلکہ بعض نے دو دو دفعہ وی۔ پی واپس کیا ہے اس طریق سے اخبار کو نقصان پہنچنا یقینی ہے۔ اس لئے میں اس اعلان کے ذریعے تمام ان خریداران کی خدمت میں جنہوں نے اپنی قیمتیں ادا نہیں کیں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس اعلان کے بعد ہر صاحب کو وی پی کے وصول کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی صاحب وی۔ پی لینے کے لئے مستعد نہ ہوں۔ تو وہ ایک تاریخ مقرر کر دیں کہ فلاں تاریخ تک منی آرڈر کر دینگے۔ اگر اس اعلان کے باوجود نہ تاریخ مقرر کی اور نہ وی پی لیا۔ تو ایسے اصحاب کے متعلق یہ غور کرنے کی ضرورت پڑے گی کہ آیا اُن کے نام پرچہ جاری رکھا جائے۔ یا بند کر دیا جائے۔

(محمود احمد عرفانی)

درخواست دعاء

چودھری بشیر الدین صاحب جنجوعہ ساکن مڈھ رانجھا اخبار الحکم کے ذریعہ تمام بزرگان جماعت احمدیہ سے اپنی مشکلات کے حل اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق ملنے کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

(۲) مولانا جلال الدین صاحب شمس جو بلاد اسلامیہ کے مبلغ رہے ہیں۔ اپنی اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے پہاڑ تشریف لے گئے ہیں انکی اپنی اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے بہت بڑی پریشانی ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بیوی کو شفا کامل عطا فرمائے اور ان کو ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔

خط وکتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجئے۔ کیونکہ دفتر بسا اوقات نمبر نہ ہونے کی وجہ سے تعمیل کرنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔

(منیجر)

جمالِ مصطفوی

از جناب سید ابوالحسن صاحب قدسی

بارگاہِ حق کے پیارے، انبیا کے تاجدار
شان میں تیری نظر آتی ہے شان کردگار

ہیں برستے ظاہر و باطن پہ انوارِ خدا
دل ہے دلدارِ ازل کا آشنا و رازدار

دیکھ کر صورت بنا تصویر حیرت آئینہ
شرم سے پانی ہوا جاتا ہے دُرِّ آبدار

سادگی ہے شوخیٔ تحریرِ قدرت کا نشاں
ہر ادا سے دلربائی کے کرشمے آشکار

اس جمال و حسن پر مرنے کا دل میں شوق ہے
پر یہ جاں ہے چیز کیا ہو جائے گر اسپر نثار

محفلِ فردوسیاں کی اصل رونق تجھ سے ہے
تو نہیں ساقی تو پھر کیا جام۔ کیا کیف خمار

دل پہ ہے بارِ گراں تیرے سوا سیر بہشت
راحت و آرام جاں کا تجھ پہ ہے دار و مدار

جوشِ مستی کا نیا عالم بنا ہے آج کیا؟
جوڑے ہیں بزم میں مدہوش یہ سب ہوشیار

کس قدر عاشق کو ہے نظارہ میں پاسِ ادب
مہر خاموشی ہے لب پر اور دل ہے بے قرار

باعث رونق ہے تیرے عشق میں تیغ ستم
خون کے ہر قطرہ سے روئے زمیں ہے لالہ زار

وہ دلِ دانا قیودِ نفس سے آزاد ہے
تیرے سودائے محبت میں ہے جو دیوانہ وار

آئینہ عکس محمد کا ہے احمد کا وجود
حضرت فخر رسل "محمود" ہیں آئینہ دار

ذات قدسی کی کہیں دیکھی نہیں کوئی مثال
حسن میں یکتا ہے وہ احسان اُسکے بے شمار

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اندرون خانہ

از قلم جناب خواجہ عبدالرحمٰن صاحب احمدی کشمیری ریچ آنریری کراہ

ایک مصلح ربانی اور مدعی نبوت کے اصل حالات کے اولین شاہد اس کے گاؤں یا شہر کے باشندگان ہوتے ہیں۔ اس سے اوپر اس کے اہل بیت کہ جن کے درمیان وہ صبح و شام گزارتا ہے پھر اس سے بڑھ کر اس کے اصلی حالات کا وہ شاہد ہوتا ہے جسے اُس کے اہل خانہ کی طرح اُسکی خانگی زندگی کے حالات کے دیکھنے کا کافی موقع میسر آتے۔ لیکن اُسے اُس مدعی کے ساتھ کوئی دور کا بھی رشتہ یا تعلق نہ ہو۔

اس آخری قسم کی شہادت کے تحت خاکسار راقم الحروف نے ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۸ء تک بچپن کے ۷۔۸ سال میں سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علی سیدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ مما ابی و امی کے جو حالات اندرون خانہ مشاہدہ کیئے وہ ذیل میں درج ہیں:۔

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بالعموم گھر میں تصنیف کا کام انجام فرماتے رہتے تھے۔ اسلام کا غلبہ اور ادیان باطلہ کے مقابلہ کے لیئے صرف قلم۔ دوات اور کاغذ حضور کے پاس ہتھیار ہوتے تھے۔ اور جولانگاہ گھر کا صحن یا چوبارہ کا صحن قریباً ایک جریب لمبا ہوتا تھا۔ صحن کے دونوں سروں پر دو دواتیں رکھی جاتی تھیں۔ اور حضور والا چلتے چلتے تحریر کا کام اس صحن میں انجام دیتے تھے۔ جب پہلی دوات پر ہوتے تو سیاہی میں قلم مبارک ڈبو لیتے اور جب دوسری دوات کے پاس پہنچ جاتے۔ تو اگر ضرورت پڑتی تو اس سے قلم کے لئے سیاہی حاصل فرماتے اور جو کچھ حضور چلتے چلتے یا کھڑے کھڑے ارقام فرماتے تھے اُسے ساتھ کے ساتھ دھیمی آواز میں دہراتے بھی جاتے تھے۔

عورتوں یا بچوں کا خواہ کس قدر شور و غوغا پاس ہو رہا ہو آپکو خبر بھی یا اس کی طرف التفات بھی نہ ہوتی تھی۔ خاکسار نے کوئی کتب خانہ آنحضور کے پاس نہیں دیکھا اور نہ کوئی حوالہ بتانے کے لئے کبھی کسی معاون کو حضور کے پاس دیکھا۔ حضور سب مضامین قرآن پاک ہی سے استنباط فرماتے۔ جس کے حقائق و معارف کا فیضی کتب خانہ حضور کے سینہ مبارک میں ہوتا تھا۔ غرض ظاہر سامانوں سے صرف وہ دو دواتیں۔ ایک قلم انگریزی نب والا اور کاغذ حضور انور کے پاس دیکھا تھا۔ اور بس۔ قسم بخدا عزوجل کبھی کوئی حوالہ یا مدد تصنیف میں آپکے پاس کبھی بھی خاکسار نے نہیں دیکھا سب کام حضور والا شان خود ہی انجام دیتے تھے۔ پروف تک اکثر خود ہی دیکھتے تھے۔ شاذ ہی پروف کسی اور کو دیکھنے کے لئے دیتے۔

حضور کو خاکسار نے تخت پوش پر بھی تصنیف کا کام کرتے ہوئے دیکھا۔ اور رات کو بھی یہ کام اس طرح انجام پاتے تھے۔ کہ بہت سی موم بتیاں میز پر جلا لیتے تھے۔ اور ان کی روشنی میں تحریر کا کام انجام فرماتے۔ بعض اوقات یہ کام صبح کی نماز کے وقت انجام دیتے رہتے تھے۔

خاکسار نے حضور کو کبھی بیکار نہیں دیکھا۔ جب فراغت ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کمرے یا صحن میں ٹہلتے رہتے تھے۔

. . . . . .

. . . . . .

. . . . . .

اور اسوقت حضور سوچ بچار اور فکر مند نظر آتے تھے یا دلیں ذکر اللہ کرتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

میں خدائے عزوجل کی پھر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ گھر میں خاکسار نے اہل و عیال میں حضور کو کبھی حزم اور خندہ عام لوگوں کی طرح نہیں دیکھا۔ اور نہ اُن سے زیادہ موانست کرتے دیکھا۔ اور نہ کبھی اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی سامان یا مکان۔ زیور یا دولت حاصل کرنے کی فکر میں پایا۔ بلکہ ان چیزوں کا وہاں نام تک نہ لیا جاتا تھا۔ اور نہ دل میں خیال گذرتا۔ مسلسل ۷۔۸ سال تک یہ حالت دیکھ کر میرے دل میں یہی اثر ہے کہ گویا حضور کو اہل و عیال کا کوئی غم نا علم ہی نہ تھا۔

خاکسار نے بفضل خدا حضور کی زندگی بیرون خانہ بھی دیکھی ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے حضور کو بیرون خانہ اپنے اصحاب کے حلقہ میں بہت زیادہ خوش و خرم پایا۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ اپنے گھر میں اپنے اہل و عیال کے درمیان ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصل اہل و عیال آپکے نزدیک آپکے اصحاب ہی تھے۔

واللہ گھر میں آپ کی خوشی کی وہ کیفیت نہیں دیکھی جیسی گھر کے باہر اپنے اصحاب کے درمیان۔

میں کیا کروں اور اپنے دل کو کسطرح مناؤں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی جسمانی اولاد سے اپنی روحانی اولاد کی نسبت زیادہ محبت والفت تھی۔ اور کیوں کر اپنے دل کو فریب دوں۔ جبکہ میں نے اپنی آنکھوں سے بطور مشاہدہ کیا کہ اندرون خانہ تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہوتا تھا۔ اور آپ غم دین میں متفکر معلوم ہوتے تھے۔ لیکن جب آنحضور باہر احباب میں تشریف لاتے۔ تو اس خوشی میں کہ اللہ تعالیٰ احیاء دین اسلام کے لئے ایک جماعت تیار فرما رہا ہے آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے سرخ اور درخشاں ہو جاتا۔ اُس وجد آفریں سرور میں میری زبان اور قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔ جو خاکسار کو آنحضور کی اس کیفیت کو دیکھ کر حاصل ہوتا تھا۔

گھر میں آپ کم کلام کرتے۔ اور نہ خندہ ہوتے۔ لیکن باہر آکر اپنے اصحاب کی مجلس میں نہایت خوش ہوتے۔ اور اثنائے گفتگو میں جب کوئی لطیفہ آجاتے تو آپ ہنس بھی پڑتے۔

غرض میں ہرگز باور کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ آپ کو اپنی روحانی اولاد سے اپنی جسمانی اولاد کی نسبت ایک ذرہ بھر بھی کم الفت و محبت تھی۔ ہاں میرے خیال میں روحانی اولاد سے زیادہ محبت تھی اللھم صل علی محمد وعلی خلفائہ۔ آمین ثم آمین

میں کیا کروں۔ میری آنکھوں نے جب یہی دیکھا۔

واللہ باللہ تم تا اللہ خاکسار نے کبھی بھی کسی غیر محرم عورت سے آپ کو گھر میں یا باہر کلام کرتے یا اُسپر نظر ڈالتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ سینکڑوں عورتیں گھر میں آتی تھیں حضور ہمیشہ آنکھیں کو نیچے رکھتے۔ اور نیم خفتہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ معلوم ہوتی تھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر کبھی بیمار ہوتے تو نہایت وقار اور صبر سے بیماری کی صعوبت کو برداشت فرماتے اور درد و کرب جیسی شدید تکلیف دہ بیماری میں بھی اُف تک زبان مبارک پر نہ لاتے۔

تعمار دنیا سے آپ کو کوئی الفت نہ تھی۔ چند لقمے حضور تناول فرماتے اور وہ بھی بے رغبتی سے۔ گویا صرف اس قدر کھاتے کہ اللہ کا ذکر کر سکیں۔

حاصل کلام حضور کے نزدیک دنیا و مافیہا کی قدر ایک تنکے کے برابر بھی نہ تھی۔ اور حضور اپنے اہل و عیال کا کوئی فکر و غم نہ تھا۔ جو فکر و غم آپ کو کھا رہا تھا۔ وہ یہی غم تھا کہ کس طرح اسلام اپنی پوری شان و شوکت میں ظاہر و زندہ ہو۔ اور مسلمان اور دنیا حقیقی معنوں میں مسلمان بنجائیں اور خدائے واحد کے پرستار ہوں

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وعلی عبدک المسیح الموعود وبارک وسلم انک حمید مجید

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ضروری تصحیح

الحکم کے خاص نمبر میں جو قطعہ و قصیدہ صفحہ ۲۵ و ۲۶ میں طبع ہوا ہے اس میں کتابت کی چند غلطیاں رہ گئی ہیں بعض کی تصحیح ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔ قطعہ کے چھٹے شعر میں "گستہ" اور ساتویں شعر میں "گیا" ہونا چاہیئے۔ اور قصیدہ کے پہلے شعر میں "کلمۂ" اور چھٹے شعر میں "اخضر" آٹھویں میں "صوتیں" اور چوبیسویں میں "بتہ" ہونا چاہیئے۔ اور صفحہ ۲۶ کے دوسرے شعر میں "امراؤ رُوسا" ہونا چاہیئے۔ اور بائیسویں شعر کے دوسرے مصرع میں لفظ "ہی" زیادہ تحریر ہو گیا ہے۔ اور سینتالیسویں شعر کے دوسرے مصرع میں لفظ "کی" غلط ہے "کو" ہونا چاہیئے۔ اور پچاسویں شعر میں لفظ "ناکام" میں اضافت نہیں ہونا چاہیئے۔

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اندرون خانہ

(از قلم جناب خواجہ عبدالرحمٰن صاحب احمدی کشمیری ریچ آفیسر کرناہ)

ایک مصلح ربانی اور مدعی نبوت کے اصل حالات کے اولین شاہد اس کے گاؤں یا شہر کے باشندگان ہوتے ہیں۔ اس سے اوپر اس کے اہل بیت کہ جن کے درمیان وہ صبح و شام گزارتا ہے پھر اس سے بڑھ کر اس کے اصلی حالات کا وہ شاہد ہوتا ہے جسے اس کے اہل خانہ کی طرح اُسکی خانگی زندگی کے حالات کے دیکھنے کا کافی موقع میسر آتے۔ لیکن اُسے اُس مدعی کے ساتھ کوئی دور کا بھی رشتہ یا تعلق نہ ہو۔

اس آخری قسم کی شہادت کے تحت خاکسار راقم الحروف نے ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۲ء تک بچپن کے ۷-۸ سال میں سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علی سیدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ امی و ابی کے جو حالات اندرون خانہ مشاہدہ کئے وہ ذیل میں درج ہیں:—

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بالعموم گھر میں تصنیف کا کام انجام فرماتے رہتے تھے۔ اسلام کا غلبہ اور ادیان باطلہ کے مقابلہ کے لئے صرف قلم۔ دوات اور کاغذ حضور کے پاس ہتھیار ہوتے تھے۔ اور جو لانگاہ گھر کا صحن یا چوبارہ کا صحن قریباً ایک جریب لمبا ہوتا تھا۔ صحن کے دونوں سروں پر دو دو تین تین رکھی جاتی تھیں۔ اور حضور والا چلتے چلتے تحریر کا کام اس صحن میں انجام دیتے تھے۔ جب پہلی دوات پر ہوتے تو سیاہی میں قلم مبارک ڈبو لیتے اور جب دوسری دوات کے پاس پہنچ جاتے۔ تو اگر ضرورت پڑتی تو اس سے قلم کے لئے سیاہی حاصل فرماتے اور جو کچھ حضور چلتے چلتے یا کھڑے کھڑے ارقام فرماتے تھے اُسے ساتھ کے ساتھ دھیمی آواز میں دہراتے بھی جاتے تھے۔

عورتوں یا بچوں کا خواہ کس قدر شور و غوغا پاس ہو رہا ہو آپکو خبر بھی یا اس کی طرف التفات بھی نہ ہوتی تھی۔

خاکسار نے کوئی کتب خانہ آنحضور کے پاس نہیں دیکھا اور نہ کوئی حوالہ بتانے کے لئے کبھی کسی معاون کو حضور کے پاس دیکھا۔ حضور سب مضامین قرآن پاک ہی سے استنباط فرماتے۔ جس کے حقائق و معارف کا قیمتی کتب خانہ حضور کے سینہ مبارک میں ہوتا تھا۔ غرض ظاہری سامانوں سے صرف وہ دو دوائیں۔ ایک قلم انگریزی نب والا اور کاغذ حضور الوز کے پاس دیکھا تھا۔ اور بس۔ قسم بخدا عزوجل کبھی کوئی معاون یا ممد تصنیف میں آپکے پاس کبھی بھی خاکسار نے نہیں دیکھا سب کام حضور والا شان خود ہی انجام دیتے تھے۔ پردہ تک اکثر خود ہی دیکھتے تھے۔ شاذ ہی پردہ کسی اور کو دیکھنے کے لئے دیتے۔

حضور کو خاکسار نے تخت پوش پر بھی تصنیف کا کام کرتے ہوئے دیکھا۔ اور رات کو بھی یہ کام اس طرح انجام پاتے تھے۔ کہ بہت سی موم بتیاں میز پر جلا لیتے تھے۔ اور ان کی روشنی میں تحریر کا کام انجام فرماتے۔ بعض اوقات یہ کام صبح کی نماز کیوقت انجام دیتے رہتے تھے۔

خاکسار نے حضور کو کبھی بیکار نہیں دیکھا۔ جب فراغت ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کمرے یا صحن میں ٹہلتے رہتے تھے۔

. . . . . .

. . . . . .

. . . . . .

اور اسوقت حضور سوچ بچار اور فکرمند نظر آتے تھے یا لبیں ذکر اللہ کرتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

میں خدائے عزوجل کی پھر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ گھر میں خاکسار نے اہل و عیال میں حضور کو کبھی حزم اور خندہ عام لوگوں کی طرح نہیں دیکھا۔ اور نہ اُن سے زیادہ بوالسکتا کرتے دیکھا۔ اور نہ کبھی اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی سامان یا مکان۔ زیور یا دولت حاصل کرنے کی فکر میں پایا۔ بلکہ ان چیزوں کا وہاں نام تک نہ لیا جاتا تھا۔ اور نہ دل میں خیال گذرتا۔ مسلسل ۷-۸ سال تک یہ حالت دیکھ کر میرے دل میں یہی اثر ہے کہ گویا حضور کو اہل و عیال کا کوئی غم۔ فکر ہی نہ تھا۔

خاکسار نے بفضل خدا حضور کی زندگی بیرون خانہ بھی دیکھی ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے حضور کو بیرون خانہ اپنے اصحاب کے حلقہ میں بہت زیادہ خوش و خرم پایا۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ اپنے گھر میں اپنے اہل و عیال کے درمیان ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصل اہل و عیال آپکے نزدیک آپکے اصحاب ہی تھے۔

واللہ گھر میں آپ کی خوشی کی وہ کیفیت نہیں دیکھی جیسی گھر کے باہر اپنے اصحاب کے درمیان۔

میں کیا کروں اور اپنے دل کو کسطرح سناؤں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی جسمانی اولاد سے اپنی روحانی اولاد کی نسبت زیادہ محبت و الفت تھی۔ اور کیوں کر اپنے دل کو فریب دوں۔ جبکہ میں نے اپنی آنکھوں سے بغور مشاہدہ کیا کہ اندرون خانہ تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہوتا تھا۔ اور آپ غم دین میں متفکر معلوم ہوتے تھے۔ لیکن جب آنحضور باہر احباب میں تشریف لاتے۔ تو اس خوشی میں اللہ تعالیٰ احیاء دین اسلام کے لئے ایک جماعت تیار فرما رہا ہے آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے سرخ اور درخشاں ہو جاتا۔ اُس وجد آفریں سرور کو میری زبان اور قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔ جو خاکسار کو آنحضور کی اس کیفیت کو دیکھ کر حاصل ہوتا تھا۔

گھر میں آپ کم کلام کرتے۔ اور نہ خندہ ہوتے۔ لیکن باہر آکر اپنے اصحاب کی مجلس میں نہایت خوش ہوتے۔ اور اثنائے گفتگو میں جب کوئی لطیفہ آجائے تو آپ ہنس بھی پڑتے۔

غرض میں ہرگز باور کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ آپ کو اپنی روحانی اولاد سے اپنی جسمانی اولاد کی نسبت ایک ذرہ بھر بھی کم الفت و محبت تھی۔ ہاں میرے خیال میں روحانی اولاد سے زیادہ محبت تھی اللھم صل علی محمد و علی خلفائہ۔ آمین ثم آمین

میں کیا کروں۔ میری آنکھوں نے جب یہی دیکھا۔

واللہ باللہ ثم تاللہ خاکسار نے کبھی بھی کسی غیر محرم عورت سے آپ کو گھر میں نہ باہر کلام کرتے یا اُسپر نظر ڈالتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ سینکڑوں عورتیں گھر میں آتی تھیں حضور ہمیشہ آنکھیں نیچے رکھتے۔ اور نیم خفتہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ معلوم ہوتی تھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر کبھی بیمار ہوتے تو نہایت وقار اور صبر سے بیماری کی صعوبت کو برداشت فرماتے اور درد و کرب جیسی شدید تکلیف دہ بیماری میں بھی اُف تک زبان مبارک پر نہ لاتے۔

نعماء دنیا سے آپ کو کوئی الفت نہ تھی۔ چند لقمے حضور تناول فرماتے اور وہ بھی بے رغبتی سے۔ گویا صرف اس قدر کھاتے کہ اللہ کا ذکر ہو سکے۔

حاصل کلام حضور کے نزدیک دنیا و مافیہا کی قدر ایک تنکے کے برابر بھی نہ تھی۔ اور حضور اپنے اہل و عیال کا کوئی فکر و غم نہ تھا۔ جو فکر و غم آپ کو کھا رہا تھا۔ وہ یہی غم تھا کہ کس طرح اسلام اپنی پوری شان و شوکت میں ظاہر و زندہ ہو۔ اور مسلمان اور دنیا حقیقی معنوں میں مسلمان بنجائیں اور خدائے واحد کے پرستار ہوں

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و علی عبدک المسیح الموعود و بارک وسلم انک حمید مجید و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ضروری تصحیح

الحکم کے خاص نمبر میں جو قطعہ و قصیدہ صفحہ ۲۵ و ۲۶ میں طبع ہوا ہے اس میں کتابت کی چند غلطیاں رہ گئی ہیں بعض کی تصحیح ذیل میں درج کی جاتی ہے:— قطعہ کے چھٹے شعر میں "گستہ" اور ساتویں شعر میں "گیا" ہونا چاہیئے۔ اور قصیدہ کے پہلے شعر میں "کلمۂ" اور چھٹے شعر میں "اخضر" آٹھویں میں "صورتیں" اور چوبیسویں میں "بتر" ہونا چاہیئے۔ اور صفحہ ۲۶ کے دوسرے شعر میں "امراؤ رُؤسا" ہونا چاہیئے۔ اور بائیسویں شعر کے دوسرے مصرع میں لفظ "ہی" زیادہ تحریر ہو گیا ہے۔ اور سینتالیسویں شعر کے دوسرے مصرع میں لفظ "کی" غلط ہے "کو" ہونا چاہیئے۔ اور بچاسویں شعر میں لفظ "ناکام" میں اضافت نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت مولوی قمرالدین صاحب لودہانوی رضی اللہ عنہ

(نمبر ۲)

(سلسلہ کے لئے دیکھئے الحکم ۱۴ مئی ۱۹۳۳ء نمبر ۱۷ جلد ۳۷)

اسلامیہ سکول میں اگرچہ آریہ سکول میں آپکے اخلاق کو ہمیشہ آپ نے کیا۔ اور باوجود ایک پارٹی کی مخالفت کے ذمہ دار عہدہ داروں نے آپ کے کام کی قدر کرتے ہوئے آپ کو سکول میں رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر آپ کی خدمات اور تعلیمی تجربہ کا اعتراف عام طور پر کیا جاتا تھا۔ اسلئے آریہ سکول میں دس سال تک ملازمت کرنے کے بعد آخر آپ کو اسلامیہ سکول میں بلا لیا گیا۔ آپ نے ملت کی خدمت کے لیے آریہ سکول کی ملازمت کو ترک کر دیا۔ اور اپنے دس سالہ خدمات کے حقوق کی بھی پروا نہ کی۔ اسلامیہ سکول میں آپنے اس محنت اور جفاکشی سے کام کیا کہ آپکے متعلق عام طور پر کہا جاتا تھا کہ

اسلامیہ سکول کی روح رواں ہیں

حالت زمانہ پر غور اس طرح پر آپنے قریباً ۴۵ سال تک بطور مدرس کام کیا۔ تعلیمی کام کی طرف آپ کی دلچسپی کا یہ بھی موجب تھا کہ آپ کو سرسید کی تعلیمی سرگرمیوں سے دلچسپی تھی۔ اور انھیں یہ یقین تھا کہ مسلمانوں کی تعلیمی پستی کی اصلاح بہت حد تک ان کی دنیوی مشکلات کے لئے ایک ذریعہ ہوگی۔ دوسری طرف علماء کی حالت کو دیکھتے تھے کہ وہ غیر ضروری مذہبی مناقشات میں مصروف ہیں اور مسلمانوں کی عملی اصلاح کا کام ان کے زیر نظر نہیں۔ بلکہ وہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو باہم لڑا کر ان کو اخوت اور خلت کے ضروری اخلاق سے گرا رہے ہیں۔ اس لئے انھیں علماء سے نفرت بڑھتی جاتی تھی۔ وہ ان مولویوں کی عملی حالت پر بعض اوقات اظہار افسوس کرتے کہ ان کے دماغ کچھ ایسے لغو ہو رہے ہیں کہ الفاظ کی حقیقت پر بھی غور نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وہ ایک مثال دیا کرتے کہ ایک مولوی صاحب ایک مرتبہ سبق پڑھا رہے تھے "شبان خفتہ و گرگ در گوسپند" اس کا ترجمہ آپنے کیا کہ راتاں ستیاں پیاں بھیڑیا بکریاں وچ "یعنی راتیں سوئی ہوئی ہیں بھیڑیا بکریوں میں ہے" اس قسم کے بزاحتیش ملت اسلام کے لئے علمی اور عملی حیثیت سے ایک ایک داغ تھے۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ شب کی جمع شبہا ہوتی ہے نہ کہ شبان۔ اسی سلسلہ میں وہ ایک اور مولوی صاحب کا ذکر کرتے تھے کہ وہ ایک انسپکٹر مدارس سے فخریہ کہہ رہے تھے کہ انسپکٹر صاحب! ہم فعل ہو گئے تو کیا ہے اردو گردو کا کاکا پڑھنا۔ ہمارا علم تو عربی زبان میں ہے۔ انسپکٹر صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ تو عربی میں فیل ہیں جتنے الفاظ عربی کے پرچہ میں آئے تھے آپ نے یا تو املائی غلطی کی ہے یا ترجمہ کی غرض وہ ان علماء زمانہ سے بیحد متنفر تھے۔ کہ ان کی صحبت میں نہ علمی استفادہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ عملی۔ اور اس نفرت نے آپکے قلب میں یہ تڑپ پیدا کر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی مامور کو نازل ہونا ضروری ہے۔ اور وہ بڑے شوق کے ساتھ حضرت امام مہدی کے ظہور اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کے لئے چشم براہ تھے اسلئے آپ کو قبول احمدیت میں کوئی روک واقع نہیں ہوئی۔ خیالات میں پہلے سے آزادی تھی۔ اور قبول حق کے لئے استعداد تھی۔ علماء سوء کے حالات نے ان سے متنفر کر دیا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ اسلام کے چہرہ پر یہ بدنما داغ ہیں۔ آخر خدا تعالیٰ نے آپکے حقیقی اضطراب کو تسلی سے بدل دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جب نزول ہو گیا تو

آپ نے بلا چون وچرا تسلیم کر لیا۔

احمدیت کی زندگی البیعت میں پہلے ہی سے جفاکشی اور مستقل مزاجی تھی۔ اس لئے سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد انھوں نے تبلیغ سلسلہ کے لئے خاص طور پر اپنے جوش کا عملی اظہار کیا۔ اظہار حق میں وہ کسی موقعہ پر دبتے اور رکتے نہ تھے۔ ہر وقت تبلیغ ان کا کام تھا۔ اس مقصد کے لئے بہت سی نظمیں اردو۔ فارسی اور پنجابی زبان میں لکھیں آپ کو خدا تعالیٰ نے شاعری مذاق بھی دیا تھا۔ اس سے انھوں نے خوب کام لیا۔ آپ کی مخالفت بھی خطرناک ہوئی۔ اس لئے کہ آپ اس محلہ میں رہتے تھے۔ جہاں لودہانہ کے متشدد مولوی صاحبان رہتے تھے۔ اور اس کا نتیجہ ظاہر تھا کہ کوئی دکھ اور تکلیف نہ تھی جو ان کو نہ دی جاتی ہو۔ مگر وہ یہ کہتے ہوئے ؎

دلبر کی راہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہو شیشہ ساری دنیا اک بار ڈالا ہی ہے

مخالفت کی آگ کے شعلوں میں کود کر اس میں سے صحیح وسلامت نکل آئے تھے۔ مولوی صاحبان اپنی ناکامی پر حسرت و افسوس کرتے تھے مگر اس کا نتیجہ بجز ندامت کے اور کچھ نہ تھا۔ بہرحال آپ تبلیغ سلسلہ میں پوری سرگرمی سے حصہ لیتے اور اگر کوئی اشتہار وغیرہ مخالفین کی طرف سے نکلتا۔ فوراً اس کا جواب لکھتے۔ اور وہ انجمن کی طرف سے شائع ہوتا۔ تبلیغ سلسلہ کا اسقدر جوش تھا کہ بعض اوقات دعوت دے کر لوگوں کو بلاتے اور جب وہ کھانا کھانے کے لئے آتے تو

سلسلہ عالیہ کا پیغام ان کو پہنچاتے

قریباً بیس سال تک انجمن احمدیہ لودہانہ کے محاسب۔ سیکرٹری اور پریذیڈنٹ رہے اور اپنے فرائض کو نہایت دیانت امانت اور اخلاص سے ادا کرتے رہے۔ جماعت کے ہر فرد کی خیر خواہی۔ اور ہمدردی آپ کا شیوہ تھا۔ یہ حقیقت فراموش نہیں کی جا سکتی۔ اور آپ نے جماعتی نظام کو لودہانہ میں نہایت عمدگی سے قائم رکھا اور لودہانہ کی جماعت سلسلہ کی جماعتوں میں ممتاز رہی۔ **دار البیعت** کے متعلق بھی حتی الوسع کوشش کی۔ اور جس حد تک اب کام پہنچا ہے وہ در اصل اسی بلڈنگ پر ہے۔ جو آپنے اپنے والد بزرگوار حضرت منشی محمد ابراہیم صاحب نے رکھی تھی

عام اخلاق طبیعت بہت سی منکسر المزاج واقع ہوئی تھی چہرہ ہمیشہ مسکراتا ہوا رہتا۔ اسوقت میں ایک یہ شعر لکھ رہا ہوں انکے ہنس مکھ چہرے کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور کہتا ہوں ؎

یاران تیز گام نے محمل کو جالیا ٭ ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے۔

بات کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے۔ جچی تلی بات کہتے۔ حق کہنے میں دیر نہ اور شہادت حقہ کے ادا کرنے میں کبھی کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور کسی سے دبتے۔ اس کے لئے خواہ کیسی ہی مخالفت ہو اس کی پروا نہ ہوتی تھی۔ خدا کی مخلوق سے ہمدردی کا ایک مخلصانہ جوش آپ کے سینہ میں تھا۔ اور آپکا عمل اسکا ثبوت دیتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شرائط بیعت کو ہمیشہ طاقت کے موافق سامنے رکھتے

سلسلہ میں داخل ہونے کے ثمرات و برکات میں سے ایک وہ چیز ہے جس کو فوق الکرامت کہا گیا ہے یعنی استقامت اور رضا اور بالقضا آپنے ہمیشہ اپنے عمل سے بتایا کہ وہ مصائب اور ابتلا میں نہ گھبرانے والا دل خدا کے فضل سے حاصل کر چکے ہیں۔ آخری عمر میں آپکے دو نوجوان ہر سہ روز کا رائق بیٹے وبائی نزد (انفلوانزا) میں انتقال کر گئے۔ یہ معمولی ابتلا نہ تھا۔ ملازمت چھوڑ چکے تھے۔ عمر کا آخری دور آ چکا تھا۔ اور وہ دولت جسے عصائے پیری کہا جاتا ہے اس طرح پر مشیت ایزدی نے اپنی ہاتھ سے چھین لی۔ مگر اس مرد خدا نے صدق دل سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ کچھ شک نہیں اس صدمہ نے ان کی صحت پر اثر ڈالا۔ مگر انھوں نے رضا بالقضاء کے مقام کو ہاتھ سے نہ دیا اور خدا تعالیٰ کے اس فعل کے ساتھ عملاً سالمت کی۔ یہ بہت بڑی چیز ہے اور اسی سے انسان خدا تعالیٰ کے حضور وہ انعام پاتا ہے جو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مقام ہے۔

(باقی آئندہ)

چندہ کشمیر اور بیرون ممالک کی احمدیہ انجمنیں

جماعت آہلوان ایران کے امیر جماعت مرزا برکت علی صاحب خدا کے فضل و کرم سے چندہ کشمیر کے لئے خصوصیت سے کوشش فرماتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو کامیابی بھی ہوتی رہتی ہے۔ حال میں آپنے ۴۰/- روپیہ کی رقم بتفصیل ذیل مسلمانوں سے لے کر ارسال فرمائی ہے

آقائی علی حسن طالبی ایرانی ۱۰ ریال محمد حسین صاحب ۱۰ ریال
خیر محمد خان صاحب ۱۰ " چوہدری خدا بخش صاحب ۱۰ "
شیخ نثار علی صاحب ۱۰ " آقائی حاجی مائل اللہ ایرانی ۴۵ "
خواجہ غلام رسول صاحب ۴۲ " فضل محمد صاحب ۱۰ "
مختلف احباب سے کھال قربانی ۴۳ "
کل ۲۴۰ ریال = ۴۰/- روپے

صاحب موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی مسلمانوں سے اس طرح سے وصولی ہوتی رہے گی۔ اس کے علاوہ آپنے یکم مئی ۱۹۳۴ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء تک جماعت آہلوان کے احمدی احباب کا بجٹ چندہ کشمیر ۹۲/- کا بھیجا ارسال فرمایا ہے۔ اس بجٹ میں خصوصیت یہ ہے کہ مرزا برکت علی صاحب امیر جماعت اور شیخ حبیب اللہ صاحب نے اپنا چندہ کشمیر بجائے ایک یا ایکی دو یا ایکی فی روپیہ ادا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ آپ اس سے قبل بھی دو یا ایکی کی شرح سے ادا فرماتے رہے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

(۲) مکرمی شیخ محمد خاں نے آسٹریلیا سے اطلاع فرمائی ہے کہ ان کی تحریک پر مکرم سید امیر حیدر شاہ صاحب نے دس پونڈ کی رقم (جو ایک لڈ ماہوار کے حساب سے ادا کی جائے گی) مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ماہوار روپیہ وصول ہو رہا ہے۔ ہر دو صاحبان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس امداد کو قبول فرمائے جو انھوں نے کشمیر کی بیواؤں اور یتیموں کی امداد کے لئے فرمائی ہے۔

(۳) مکرم ڈاکٹر محمد یوسف خان صاحب نے امریکہ سے گذشتہ ایام میں اپنا ذاتی چندہ حصہ وصیت ارسال فرماتے ہوئے اس کے ساتھ کشمیر ریلیف فنڈ کا چندہ ۲۳/- ارسال فرمایا ہے اور آپ اس سے قبل بھی برابر اپنا چندہ ارسال فرماتے رہے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اخبارات کے متواتر اعلانات سے یہ امر احباب پر واضح ہو چکا ہے کہ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مظلومین کشمیر کی آئینی امداد کا کام از سر نو پھر جاری فرما دیا ہے اور اب پہلے کی طرح وسیع پیمانہ پر جاری کیا گیا ہے۔ اس لئے مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے روپیہ کی بہت ضرورت ہے۔ پس ہندوستان اور بیرون ممالک کی جماعتوں کو چندہ کشمیر نہ صرف باقاعدگی کے ساتھ آمدیوں سے ہی وصول کر کے ارسال کرنا ضروری ہے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں سے بھی پوری کوشش اور سعی سے وصول کرنا لازمی ہے آمد چونکہ ان ایام میں بہت ہی کم ہو رہی ہے اور خرچ بہت ہو رہا ہے جو مستقبل آمدہ حالات کی بنا پر قرض لے کر بھی کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ کام کو کسی صورت میں بھی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ پس ہر ایک جماعت کے سکرٹری مال محصل صاحبان اور دیگر احباب کا فرض ہے کہ وہ چندہ کشمیر احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں سے وصول کرنے میں خاص سعی فرماتے ہوئے حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل فرمائیں۔ اسلئے کہ مظلوم کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم اور انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ احباب کرام کو توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار
برکت علی
فنانشل سکرٹری کشمیر ریلیف فنڈ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھیئے اخبار الحکم ۱۴ مئی ۱۹۳۴ء نمبر ۱۷ جلد ۳۷)

پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اسلامی عقیدہ میں درحقیقت خدا تعالےٰ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہی ہے۔ اور کیا ارواح اور کیا اجسام سب اسی کی پیدا کردہ ہیں اور اسی کی قدرت سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ لہٰذا قرآنی عقیدہ یہ بھی ہے کہ جیسا خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کا خالق اور پیدا کنندہ ہے۔ اسی طرح وہ ہر ایک چیز کا واقعی حقیقی طور پر قیوم بھی ہے۔ یعنی ہر ایک چیز کا اسی کے وجود کے ساتھ بقا ہے۔ اور اس کا وجود ہر ایک چیز کے لئے بمنزلہ جان ہے۔ اور اگر اس کا عدم فرض کر لیں۔ تو ساتھ ہی ہر ایک چیز کا عدم ہوگا۔ غرض ہر ایک وجود کے بقا اور قیام کے لئے اس کی معیت لازم ہے۔ لیکن آریوں اور عیسائیوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے۔ آریوں کا اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کو ارواح اور اجسام کا خالق نہیں جانتے۔ اور ہر ایک چیز سے ایسا تعلق اس کا نہیں مانتے۔ جس سے ثابت ہو کہ ہر ایک چیز اسی کی قدرت اور ارادہ کا نتیجہ ہے۔ اور اس کی مشیت کے لئے بطور سایہ کے ہے۔ بلکہ ہر ایک چیز کا وجود ایسے طور پر مستقل خیال کرتے ہیں۔ جس سے سمجھا جاتا ہے کہ ان کے زعم میں تمام چیزیں اپنے وجود میں مستقل طور پر قدیم اور انادی ہیں۔ پس جبکہ یہ تمام موجود چیزیں ان کے خیال میں خدا تعالیٰ کی قدرت سے نکلکر قدرت کے ساتھ قائم نہیں تو بلاشبہ یہ سب چیزیں ہندوؤں کے پرمیشر سے ایسی بے تعلق ہیں کہ اگر ان کے پرمیشر کا مرنا بھی فرض کر لیں تب بھی روحوں اور جسموں کا کچھ بھی حرج نہیں۔ کیونکہ ان کا پرمیشر صرف معمار کی طرح ہے۔ اور جس طرح انیٹ اور گارہ معمار کی ذاتی قدرت کے ساتھ قائم نہیں۔ تاہر ایک حال میں اس کے وجود کا تابع ہو۔ یہی حال ہندوؤں کے پرمیشر کی چیزوں کا ہے۔ سو جیسا کہ معمار کے مرجانے سے ضروری نہیں ہوتا کہ جس قدر اس نے اپنی عمر میں عمارتیں بنائی ہوں۔ وہ ساتھ ہی گر جائیں۔ اور ایسا ہی یہ بھی ضرور نہیں کہ ہندوؤں کے پرمیشر کے مرجانے سے کچھ بھی صدمہ دوسری چیزوں کو پہنچے۔ کیونکہ وہ ان کا قیوم نہیں اگر قیوم ہوتا۔ تو ضرور اس کا خالق بھی ہوتا۔ کیونکہ جو چیزیں پیدا ہونے میں خدا کی قوت کی محتاج نہیں۔ وہ قائم رہنے میں بھی اس کی قوت کے سہارے کی حاجت نہیں رکھتیں۔ اور عیسائیوں کے اعتقاد کی رو سے بھی ان کا مجسم خدا قیوم الاشیاء نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قیوم ہونے کے لئے معیت ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عیسائیوں کا خدا یسوع اب زمین پر نہیں۔ کیونکہ اگر اب زمین پر ہوتا تو ضرور لوگوں کو نظر آتا۔ جیسا کہ پلاطوس کے عہد میں اس ملک میں موجود تھا۔ پس جبکہ وہ زمین پر موجود نہیں۔ تو زمین کے لوگوں کا قیوم کیوں کر ہو۔ رہا آسمان۔ سو وہ آسمانوں کا بھی قیوم نہیں۔ کیونکہ اس کا جسم تو صرف چھ سات بالشت کے قریب ہوگا۔ پھر وہ سارے آسمانوں پر کیونکر موجود ہو سکتا ہے۔ تا ان کا قیوم ہو۔ لیکن ہم لوگ جو خدا تعالیٰ کو رب العرش کہتے ہیں۔ تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ جسمانی اور جسم ہے۔ اور عرش کا محتاج ہے بلکہ عرش سے مراد وہ مقدس بلندی کی جگہ ہے جو اس جہان اور آنیوالے جہان سے برابر نسبت رکھتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو عرش پر کہنا درحقیقت ان معنوں سے مترادف ہے کہ وہ مالک الکونین ہے۔ اور جیسا ایک شخص اونچی جگہ بیٹھ کر یا کسی نہایت اونچے محل پر چڑھ کر بمیں ویسیار نظر رکھتا ہے۔ ایسا ہی استعارہ کے طور خدا تعالیٰ بلند سے بلند تخت پر تسلیم کیا گیا ہے۔ جس کی نظر سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں نہ اس عالم کی اور نہ اس عالم کی۔ ہاں اس مقام کو عام سمجھوں کے لئے اوپر کی طرف بیان کیا جاتا ہے کیونکہ جب کہ خدا تعالےٰ حقیقت میں سب سے اوپر ہے اور ہر ایک چیز اس کے پیروں پر گری ہوئی ہے تو اوپر کی طرف سے اس کی ذات کو مناسبت ہے۔ مگر اوپر کی طرف وہی ہے جس کے نیچے دونوں عالم واقع ہیں۔ وہ ایک انتہائی نقطہ کی طرح ہے۔ جس کے نیچے دو عظیم الشان عالم کی دو شاخیں نکلتی ہیں اور ہر ایک شاخ ہزارہا عالم پر مشتمل ہے۔ جن کا علم بجز اس ذات کے کسی کو نہیں جو اس نقطہ انتہائی پر مستوی ہے۔ جس کا نام عرش ہے۔ اسلئے ظاہری طور پر بھی وہ اعلےٰ سے اعلےٰ بلندی جو اوپر کی سمت میں اس انتہائی نقطہ میں متصور ہو۔ جو دونوں عالم کے اوپر ہے۔ وہ ہی عرش کے نام سے عند الشرع موسوم ہے اور یہ بلندی باعتبار جامعیت ذات باری کی ہے۔ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو۔ کہ وہ مبدء ہے ہر ایک فیض کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک چیز کا اور مسجود ہے ہر ایک مخلوق کا اور سب سے اونچا ہے۔ اور اپنی ذات میں اور صفات میں اور کمالات میں۔ ورنہ قرآن فرماتا ہے کہ وہ ہر جگہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا اینما تولوا فثم وجہ اللہ جدھر منہ پھیرو ادھر ہی خدا کا منہ ہے۔ اور فرماتا ہے ھو معکم اینما کنتم یعنی جہاں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنی ہم انسان سے اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ نزدیک ہیں

(از اخبار الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء)

خطبہ عید اضحےٰ

آج عید الاضحےٰ کا دن ہے۔ اور یہ عید ایک ایسے مہینے میں آتی ہے جس پر اسلامی مہینوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ یعنی پھر محرم سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک سر کی بات ہے کہ ایسے مہینے میں عید کی گئی ہے۔ جس پر اسلامی مہینہ کا یا زمانہ کا خاتمہ ہے۔ اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اس کو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آنیوالے مسیح سے بہت مناسبت ہے۔ وہ مناسبت کیا ہے؟

ایک یہ کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آخر زمانہ کے نبی تھے۔ اور آپ کا وجود باجود اور وقت یعنی گویا عید الضحےٰ کا وقت تھا۔ چنانچہ یہ امر مسلمانوں کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ آپ نبی آخر الزمان تھے اور یہ مہینہ بھی آخر الشہور ہے اسلئے اس مہینہ کو آپ کی زندگی اور زمانہ سے مناسبت ہے۔

دوسری مناسبت۔ چونکہ یہ مہینہ قربانی کا مہینہ کہلاتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی حقیقی قربانیوں کا کامل نمونہ دکھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ جیسے آپ لوگ بکری اونٹ۔ گائے۔ دنبہ ذبح کرتے ہو۔ ایسا ہی وہ زمانہ گذرا ہے۔ کہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے۔ حقیقی طور پر عید اضحیٰ وہی تھی اور اسی میں اضحیٰ کی روشنی تھی۔ یہ قربانیاں اس کا لب نہیں پوست ہیں۔ روح نہیں جسم ہیں۔ اس بہولت اور آرام کے زمانہ میں ہنسی خوشی سے عید ہوتی ہے اور عید کی انتہا ہنسی خوشی اور قسم قسم کے تعیشات قرار دیئے گئے ہیں۔ عورتیں اسی روز تمام زیورات پہنتی ہیں۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتی ہیں۔ مرد عمدہ پوشاکیں پہنتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ کھانے بہم پہنچاتے ہیں۔ اور ایسا مسرت اور راحت کا دن سمجھا جاتا ہے۔ کہ بخیل سے بخیل انسان بھی آج گوشت کھاتا ہے۔ خصوصاً کشمیریوں کے پیٹ تو بکروں کے مدفن ہو جاتے ہیں۔ گو اور لوگ بھی کمی نہیں کرتے۔ الغرض ہر قسم کے کھیل کود لہو و لعب کا نام عید سمجھا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ حقیقت کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔ درحقیقت اس دن میں بڑا سر یہ تھا کہ حضرت ابراہیم نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لہلہاتے کھیت کی طرح رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے میں خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا۔ اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے۔ اور خدا کے حکم کے سامنے اپنی جان اپنی اولاد اپنے آرام و اعزا کا خون بھی خفیف نظر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی خونوں سے جنگل بھر گئے۔ گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں باپوں نے اپنے بچوں کو۔ بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا۔ اور وہ خوش ہوتے تھے۔ کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے بھی کئے جاویں تو ان کی راحت ہے۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی اور خوشی اور لہو و لعب کے روحانیت کا کون سا حصہ باقی ہے۔ یہ عید اضحیٰ پہلی عید سے بڑھ کر ہے۔ اور عام لوگ بھی اسکو بڑی عید تو کہتے ہیں۔ مگر سوچ کر تبلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں۔ اور اس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔ عید رمضان اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور ذاتی معاہدہ ہے اور اس کا نام بسبب الروح ہے۔ مگر

یہ عید جس کو بڑی عید کہتے ہیں - ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے - اور جس پر افسوس توجہ نہیں کی گئی - اور خدا تعالیٰ نے جس کے رحم کا ظہور کئی طرح پر ہوتا ہے اُمت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک یہ بڑا بھاری رحم کیا ہے - کہ اور امتوں میں جس قدر باتیں پوست اور قشر کے رنگ میں تھیں - اُن کی حقیقت اس اُمت مرحومہ میں دکھلائی ہے - سورۃ الفاتحہ میں خدا تعالیٰ کی یہ چار صفات بیان ہوئی ہیں کہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین - اگرچہ عام طور پر یہ صفات اس عالم پر تجلی کرتی ہیں - لیکن ان کے اندر حقیقت میں پیشگوئیاں ہیں جن پر کہ لوگ بہت کم توجہ کرتے ہیں - اور وہ یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں صفتوں کا نمونہ دکھایا - کیونکہ کوئی حقیقت بغیر نمونہ کے سمجھ میں نہیں آسکتی - رب العالمین کی صفت نے کس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نمونہ دکھایا - آپنے عین ضعف میں پرورش پائی - کوئی موقع مدرسہ مکتب کا نہ تھا - جہاں آپ اپنے روحانی اور دینی قویٰ کو نشو ونما دے سکتے - کبھی کسی تعلیم یافتہ قوم سے ملنے کا موقع ہی نہ ملا - اور نہ کسی موئی موئی تعلیم کا موقع پایا - اور نہ فلسفہ کے باریک اور دقیق علوم کے حاصل کرنے کی فرصت ملی - پھر دیکھو باوجود ایسے موانع کے نہ ملنے کے قرآن شریف ایک ایسی نعمت آپ کو دیگئی - جس کے علوم عالیہ اور حقہ کے سامنے کسی اور علم کی ہستی ہی کچھ نہیں - جو انسان ذرا بھی سمجھ اور فکر کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھے گا اس کو معلوم ہو جاوے گا کہ دنیا کے تمام فلسفے اور علوم اس کے سامنے ہیچ ہیں - اور سب حکیم اور فلاسفر اس سے بہت پیچھے رہ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر دو عظیم الشان نبی گذرے ہیں ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام - مگر ان دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا - ان میں سے کسی کی نسبت امی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا - یہ تختی اور دعویٰ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہوا - چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا الی الآیۃ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گویا شاہزادوں کی طرح تعلیم پائی تھی - اور فرعون کی گود میں شاہانہ نشو ونما پایا - اُن کے لئے اتالیق مقرر کئے گئے - کیونکہ اس زمانہ میں بھی اتالیق مقرر ہوتے تھے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فخر نہ ملتا تو گویا فرعون کے بعد گدی نشین آپ ہی تھے - اور اگر خدا کا فضل نہ ہوتا تو نعوذ باللہ آپ ہی فرعون بھی بنتا تھا - یاد رہے فرعون کا لفظ برا نہیں - اصل میں شاہان مصر کا یہ لقب تھا - جس طرح پر قیصر و کسریٰ شاہان روم و ایران کا لقب تھا - اور جس طرح پر آج زار روس - اور سلطان روم کا لقب ہے - میرا مطلب اس بیان سے صرف یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ یہ دوسرا سلسلہ نہ شروع کر دیتا تو ضرور تھا کہ وہی تخت نشین ہوتے - اور یہ بھی سچی بات ہے کہ گو موسیٰ کی ماں کو بھی ایک درد اور دکھ پہنچا تھا کہ جنتی جان کو دریا میں ڈالا - لیکن اس کی راحت اور مسرت کی کیا انتہا ہو سکتی ہے - جبکہ خود خدا تعالیٰ نے موسیٰ کی واپسی کا اُس کو وعدہ دیا تھا - الغرض موسیٰ کی تعلیم تو یوں شاہانہ رنگ میں ہوئی -

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بھی باقاعدہ ہوئی - میرے پاس ایک یہودی مصنف کی کتاب ہے - اس نے صاف اور واضح طور پر لکھا ہے - بلکہ مسیح کے اُستاد کا نام تک بتایا ہے اور پھر رد بھی کی ہے کہ اُسی وقت سے توریت اور صحف انبیاء کے مضامین پسند آئے تھے - اور جو کچھ انجیل میں ہے وہ صحف انبیاء سے زائد نہیں - اس نے بتلایا ہے کہ ایک مدت دراز تک وہ یہود کے شاگرد رہے تھے - مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کسی یہودی - نصاریٰ - ہندی سے پوچھو کہ آپ نے بھی کہیں تعلیم پائی تھی - تو وہ صاف کہے گا ہرگز نہیں !!! کتنی بڑی ربوبیت کا مظہر ہے ان جب بچپن کی حالت سے آگے نکلتا ہے - جو بلوغ سے پہلے ہے تو عام طور پر مکتب میں بٹھا دیا جاتا ہے - یہ پہلا قدم ہوتا ہے مگر آپ کی زندگی کا پہلا قدم ہی گویا اعجاز تھا - چونکہ آپ کو خاتم الانبیا ٹھیرایا تھا - اس لئے آپ کے وجود میں حرکات و سکنات میں بھی اعجاز رکھ دیئے تھے - آپ کی طرز زندگی کہ الف - ب تک نہیں پڑھا - اور قرآن جیسی بے نظیر نعمت لائے - اور ایسا عظیم الشان معجزہ اُمت کو دیا - پہلے نبی آئے اور ایک خاص وقت تک دنیا میں رہ کر چلدیئے اور دین وہیں کا لعدم ہو گیا - اور خدا کو ان کا محو کرنا ہی منظور تھا - مگر اس دین کے اظلال و آثار کا قیام منظور تھا - اور چونکہ کوئی دین معجزات کے بدوں نہیں رہ سکتا - ورنہ چند روز تک سماعی باتوں پر یقین رہتا ہے پھر کہہ دیتے کہ

ایہہ جہاں مٹھا تے اگلا کن ڈٹھا -

اسلئے خدا نے چاہا کہ اسلام کے ساتھ زندہ معجزہ ہو - کس قوت اور تحدی اور تعیین سے بتایا گیا تھا - اور اس ذریعہ سے اسلام کا نور ابتک درخشاں رہے - چنانچہ اس زندہ نور کی تصدیق کے لئے اس زمانہ میں ہی دیکھو - کہ لیکھرام کے قتل ہونے سے پیشتر کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جاوے گا - غور کرو کہ وقت مدت - صورت موت کا بتا دینا کیا انسان کے اختیار میں ہے - اور پھر وہ اسی طرح مارا گیا - جیسا کہ دعویٰ کیا گیا تھا - جب یہ پیشگوئی کی گئی تھوڑے ہی عرصہ میں کروڑہا انسانوں میں مشہور ہو گئی ہندو مسلمان - عیسائی - سکھ ہر قوم و مذہب کے لوگ اس سے واقف ہو گئے - یہاں تک کہ عام بازاری لوگوں سے لے کر گورنمنٹ تک کو اطلاع ہو گئی - اور خود آریوں نے بڑے زور و شور کے ساتھ اس کو مشتہر کیا - اور جہاں لیکھرام خود جاتا اس پیشگوئی کا ذکر کرتا اور شہرت دیتا - اور جب پیشگوئی پوری ہوئی تو ایک عام شور برپا ہو گیا - یہاں تک کہ ہماری بھی خانہ تلاشی ہوئی - تاکہ اس کی صداقت اور شہرت اس خاص ذریعہ سے اور بھی ہو اور یہ نشان ہمیشہ صفحۂ دہر پر ثبت رہے - پھر مقدمات کے دوران سرکاری کاغذات اور مثلوں میں اس پیشگوئی کے متعلق بیانات اور کاغذات درج اور شامل ہوئے الغرض یہ ایک عظیم الشان نشان ہے جس کی نظیر کوئی قوم دکھلا نہیں سکتی - کیا کسی انسانی طاقت اور ذرائت کا کام ہے کہ وہ کسی کی نسبت چار دن کی خبر بھی دے - کہ فلاں وقت فلاں موت سے مرجاوے گا - مگر یہاں چھ سال پہلے وقت - صورت موت وغیرہ سے اطلاع دیگئی - حالانکہ وہ تیس برس کا ایک مضبوط جوان آدمی تھا اور اس نے بھی تو میری نسبت کہا تھا کہ میں تین سال کے اندر ہیضہ سے مرجاؤں گا - اور میں اس کی نسبت عمر میں بہت بڑا - اور ضعیف اور قریباً دائم المریض تھا - مگر خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ کی چمکار دکھلائی اور اُس کو ہلاک کر کے اپنے سچے دین کی صداقت پر مہر کر دی -

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو آریہ کہلاتے ہیں اصلاً خدا کو پہچانتے ہی نہیں - پھر ان میں خداشناسی اور خدا بینی اور خدانمائی کی قوت کیوں کر پیدا ہو - ان کا تو پہلا ہی قدم غلط ہے ان کے نزدیک تو مرنا جینا - عورت یا مرد ہونا - بکری یا بیل بننا یہ سب کچھ شامت اعمال کا نتیجہ ہے - جبکہ یہ خلق اور اشیاء اعمال ہی کا نتیجہ ہیں تو پھر خدا کیا اور اس کے وجود کے اثبات کے لئے نئے نئے نشان اور معجزات کیا - اور ان کی ضرورت ہی کیا رہی - ان کا مذہب ہی خدا پیدا کرمیوالا نہیں - بلکہ صرف جوڑنے جاڑنے والا ہے جیسے معمار یا کمہار ہوتے ہیں - مادہ موجود تھا - ارواح بھی اتفاق سے موجود تھیں - پرمیشر نے جھٹ جوڑ جاڑ کر مخلوق بنالی نعوذ باللہ - مگر ہم پوچھتے ہیں کہ جبکہ ارواح اور ذرات قدیم سے موجود ہیں تو اس پر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ جوڑنا جاڑنا پرمیشر کے بدوں نہ ہو - بلکہ طبعی طور پر دلیل تو یہ ملتی ہے کہ اشیاء کو طبعی کور پر تجاذب کی طرف میلان ہوتا ہے اگر یہ تجاذب اور کشش نہ ہو تو نہ انیٹ بن سکے - اور نہ مکان رہ سکے اور نہ کوئی اور چیز دنیا میں موجود ہو جو دیرہ سکے - پس جبکہ آریوں کے عقیدہ کے موافق روح مادہ قدیم سے ہیں اور طبعیات سے دلیل ملتی ہے کہ یہ تجاذب کا خاصہ ہے - تو آریوں کے پرمیشر سے تو فراغت اور فرصت ہو گئی - اب آریہ کے پاس پرمیشر کے ہونے کا کیا ثبوت اور نشان ہے - ایک طرف تو یہ ناپاکی ہے کہ خدا ہی کا پتہ نہیں - چہ جائیکہ خدابینی اور خدانمائی کی راہیں بیان کر سکیں - پھر یہ ظلم عظیم کہ ہر قسم کی چیزوں میں روحیں اعمال کا بدلہ پانے کے لئے آتی ہیں - کبھی سؤر بنتے ہیں - کبھی کتا - کبھی بلی وغیرہ اس پر سوال ہوتا ہے اگر کسی کی ماں مرجاوے جبکہ ابھی وہ بچہ ہی تھا - اور اس نے کسی دوسری جگہ پر جنم لیا - اور جب دونوں بلوغ کو پہونچے اور باہم رشتہ ناطہ ہو کر بیاہ ہو گیا - اور ہمبستری ہو کر اولاد کا سلسلہ چلا - اس سے تو بڑی بے شرمی اور پرلے درجہ کی بے حیائی کی بنیاد پڑی - اور نہایت قابل شرم مذہب یہ مذہب ٹھیر گیا - پرمیشر نے تو کوئی فہرست تو دی نہیں کہ اس قسم کے نشان سے ماں بہن شناخت ہو جائے گی - اور حق تو یہ تھا کہ وید کے ذمہ یہ فرض تھا کہ جہاں اُس نے پاکیزگی اور اخلاق کی جڑ کاٹنے والا مسئلہ ایجاد کیا تھا اگر اسے کوئی سوچ بچار کی طاقت ہوتی تو ساتھ ہی علامات بھی بیان کر دیتا - جس سے ایسے رشتوں سے اجتناب کرنے کی کلید آریوں کے ہاتھ میں آجاتی - مگر ضروری تھا کہ وید کی تعلیم کی پیشانی پر نقص کا داغ لگا رہتا - کہ ہر زمانہ میں تدبر کرنے والے اس کے بطلان میں پکے لے جا سکیں - (باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح حیات

حیات احمدؑ

دوسری جلد کا دوسرا نمبر

جس میں ۱۸۸۳ء تک کے واقعات درج ہیں قیمت عہ

ملنے کا پتہ

دفتر الحکم قادیان

میں کیوں احمدی ہوا؟

حضرت مولٰنا مولوی امام الدین صاحب سلمہٗ کا تذکرہ

حضرت مولانا مولوی ابوالکمل امام الدین صاحب اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے لحاظ سے ممتاز بزرگوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کی تعلیم وتربیت نے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی جیسے قابل عالم پیدا کئے ہیں اور حضرت اکمل جیسے قابل نازبیٹے کے وہ باپ ہیں۔ انھوں نے اپنے احمدی ہونے کے تذکرہ کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے میں اسے تمام وکمال درج کرتا ہوں۔ (عرفانی)

الحمدللہ میری طبیعت ابتدائی ایام صبی سے ہی فقر اور تصوف کی شایق اور روحانیت کی مشتاق تھی۔ اور ساتھ ہی ظاہر شریعت پر شوق بھی تھا۔ چنانچہ وظائف خوانی اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی دھن لگی ہوئی تھی۔ جو فقیر صورت ملتا اس سے ذکر وفکر پوچھ کر اس میں مشغول ہو جاتا۔ گو حضرت والد بزرگوار علوم مروجہ اس وقت کے مجھے پڑھانے بہت ضروری جان کر اور کسی شغل میں مشغول ہونے نہیں دیتے تھے۔ چونکہ آپ بھی صوفیوں کے معتقد تھے اور مجرد فقر اصفات باطن کو پسند فرماتے۔ اور ان سے حل مشکلات کے لئے دعائیں کراتے تھے اور ان کے اساتذہ دینیات بھی صاحبان تصرف اور اہل کرامات تھے اسلئے مجھے ایسا شغل کرنے سے چنداں منع نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی زندگی میں تو میری وظائف خوانی صرف وہی ہوتی تھی۔ جو ہمارے ہاں آنے جانے والوں بزرگوں سے میں مخفی طور پر پوچھتا تھا۔ چونکہ میرے والد گدی نشین مشائخ سے چنداں اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ان میں سے کسی کی بیعت کی ہوئی تھی۔ ہاں اپنی زندگی میں خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کو ملنے کا شوق رکھتے تھے۔ مگر وہاں نہ جاسکے اور اپنے استاد حضرت مولانا سید شمس الدین صاحب سہالندہری کی تعلیم باطنی پر اکتفا کرتے اور قرآن کریم کے علاوہ درود شریف اور قصیدہ بردہ کا وظیفہ کرتے تھے۔ اور حضرت سید عبادی اللہ رحمتہ اللہ علیہ لکھنوالی سے محبت ومصاحبت رکھتے تھے۔ اس لئے خاکسار نے بھی گھر میں علم پڑھا اور لاہوری تحصیل بیس سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار سے حاصل کرلی۔ چنانچہ شرح ملاکنز۔ شرح وقایہ۔ شرح عقائد اور خیالی میں نے اپنے والد سے ہی پڑھیں۔ فارسی کے وہ بڑے ماہر تھے سکندرنامہ ابوالفضل وغیرہ کئی فارسی مشکل انشاؤں کی تعلیم دی اور زلیخا پڑھاتے ہوئے مجھے وحدت وجودیوں کی ایک کتاب پنج مراتب تمام کی تمام پڑھا دی تھی۔ اس سے مجھے فقر وتصوف کا شوق لگا اور ادھر حضرت والد محترم مرض دق میں بیمار ہو کر ۱۲۸۷ھ راہ گرامی عالم بقا ہوگئے مجھے یاد ہے تاریخ وفات آپ کے ایک شاگرد رشید نے ؎

بہر تاریخ وفات آں حضور
بردلم الہام شد اسم غفور

لکھا۔ میری عمر اسوقت ۲۰ سال سے کچھ قریب تھی۔ آپ کی وفات پر مجھے کسی بزرگ کی بیعت کا شوق ہوا تو میں نے لوگوں سے سن کر ایک رویا کی بنا پر خواجہ شمس الدین سہالروی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ اور ان کے فرمودہ وظائف اور ذکر وفکر شروع کردئے۔ دوبار ان کی حضور میں گیا ہوں۔ اشتغال فقیرانہ ذکر قلبی ولسانی فکر جہر کلمہ طیبہ وہ بہت فرماتے تھے۔ میں کرتا رہا۔ اور شوق ذوق کچھ بڑھا مگر چونکہ میں نے سہال شریف میں شریعت کی پابندی کچھ ایسی نہ دیکھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع سنت بڑے اہتمام سے نہ پایا۔ چنانچہ نماز ظہر عصر کے وقت ہی ہوتی تھی۔ اور صبح کی نماز قریب طلوع شمس اور تقوے کا بھی کچھ ایسا خیال نہ تھا۔ یعنی اتباع سنت اور اجتناب فی البدعت کے لئے پیر بھائیوں کو فرمان نہیں کیا جاتا ہے۔ ہاں عشق الٰہی کے لئے راگ اور غزلیں اور عشق مجازی کے قصے اور مثنوی شریف۔ دیوان حافظ اور وظائف اور تصور شیخ ذکر جہر پر بہت زور دیا جاتا تھا۔ اور میرے ایک پیر صحبت حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ عشق مجازی کے فوائد باطنی بیان فرماتے تھے :- متاب از عشق روگرچہ مجازی ست کہ آں ہم حقیقت کارسازیست۔ میں نے عرض کی کہ خاکسار مبتلائے تعشق ہو گیا ہے۔ اور میرے لئے ایسا امر علاوہ خوف خدا کے اپنی عزت پر حرف آنے کا بھی ڈر ہے۔ تو آپنے وہی حضرت جامیؒ کا بیعت سنا کر محبت کو بڑھنے دینے کا امر فرمایا۔ لیکن دل میں آتا تھا کہ قرآن کریم میں تو قل للمومنین یغضوا من ابصارھم الایۃ۔ لیکن حافظ رحمۃ اللہ کا شعر ؎

بے سجادہ رنگیں کن گرد پیر مغاں گو یہ
کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزلہا

فتوے جواز دیکر دلیر کردیا تھا۔ غرض مریدوں میں ایسے امور بدعت کا ارتکاب جو گویا شغال کا رواج تھا۔ ایک پیر بھائی مولوی نے مجھے یہ وظیفہ بتایا کہ یا خواجہ شمس الدین سہال بسیار پڑھا جائے۔ تو بڑا فائدہ ظاہر ہوتا ہے۔ گو میں ایسی باتوں سے دل میں بیزار ہوتا تھا۔ مگر حسن ظن سے پیر بھائیوں کی محبت اور شوق وذوق اور وظائف اور ظاہر صوم وصلوٰۃ اور ذکر وفکر سے محظوظ بھی ہوتا تھا۔ اس اثنا میں کئی اور فقراء کے پاس بھی جاکر استفادہ کرتا تھا۔ فقر حاصل کرنے کے لئے رند فقیروں اور مستانوں کے حضور بھی حاضر ہوتا۔ غرض اس قسم کے فقراء اور اولیا کہلانیوالوں کی زیارت کرنے سے مجھے کوئی عار نہ تھی اور اس مقولہ پر عمل رہتے ہوئے کہ ؎

سوزاد ور مجذوبے خانہ یکساں دیدم ۔ من نمیدانم کہ کافر یا کہ دانست شمع

الغرض چشتیہ۔ سہروردیہ۔ قادریہ۔ نقشبندیہ اور رندوں ہندوں مسلمانوں کے سجادہ نشینوں میں یک نیتوں کو بھی دیکھا۔ اور بعض کو اہل کشف بھی پایا۔ اکثر مستانہ فقیر ایسے دیکھے۔ اور ایسے بھی جو ظاہری شریعت کی پابندی کو غیر ضروری جانتے تھے۔ مگر ذکر وفکر کے مشتاق اور باطن کے مشتاق تھے۔ پھر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یہ نعمت فقر اور ولایت کی متشرح سجادہ نشینوں اسلام کے پابندوں میں کیوں کم ہے۔ پھر جو منزلیں اور مراقبات اور مشاہدات تصوف کے کتابوں میں بزرگوں نے لکھے ہیں ان کا ذکر قرآن اور حدیث میں کیوں نہیں کیا۔ ان درجات کو صحابہ کرام باوجود صحبت حضرت خاتم النبیین نہیں پہونچے تھے۔ کیا ان لوگوں کو صحابہؓ کی نسبت زیادہ معرفت یا قرب الٰہی حاصل تھا۔ میں اس بے اطمینانی میں چونکہ ہر قسم کے فقراء کی خدمت میں جاتا تھا۔ لوگ مجھے ہر جائی اور بلکہ پھرت گھوت کہا کرتے تھے۔ مگر ہزاروں ہزار فکر ہے اس رب العلمین کا کہ میں ایسا تھا ورنہ احمدیت کی نعمت کب حاصل ہوتی۔ اگر میں ایک ہی سجادہ نشین کے پاس آتا جاتا رہتا تو میں بھی حلیف بن جاتا۔ مگر بفضل الٰہی میری اصل طبیعت فقر محمدی کی طلب گار تھی۔ اس واسطے میں آخر نقشبندی خاندان کے ایک سید صاحب متشرع متورع کی خدمت میں حاضر ہو کر توجہات لینے لگا۔

ان کی خدمت میں یہ فائدہ تو ہو گیا شرک وبدعت سیئہ سے نفرت پیدا ہوگئی اور توجہات میں مزا آنیگا۔ حضرت سیدالانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخصوص فقر ولایت کا پتہ نہ لگا کہ سلوک نقشبندی میں عبادت اسلامی کو کیا دخل ہے اور نیز یہ کہ مقصود اصلی ان مجاہدات فقیرانہ یا ان توجہات صوفیانہ سے کیا ہے۔ یہی کہ کچھ مزا آجاتا ہے۔ یا قلب کی حرکت یا تصور شیخ یا شوق الٰہی یا صفائی باطن یا کشف قلبی یا کشف قبور یا رویا میں بزرگوں کی زیارت ایسی امور تو جوگیوں ہندوؤں رند فقیروں میں بھی ہوتی۔ ہاں مسلمان فقراء میں ان کے عقائد اور ہنود وغیرہ میں ان کے ایمانی امور ان کی باتیں سن سن کر تاثر ہو جاتا اور تخیلات ان کے رویا یا مکاشفات میں نظر آجاتے ہیں۔ مگر حق باطل کی تمیز یقیناً کچھ بھی نہیں۔ وجودی کہتے ہیں سبحان الذی خلق الاسماء وھو عینھا اور اناھو۔ ھوانا کا ذکر کرتے اور خالق ومخلوق میں کوئی فرق نہیں بتاتے کہ وجودیوں کے کئی فرقے ہیں۔ مگر اکثر ان میں اباحتی ہیں۔ میں نے ایک دہریہ سے سنا ہے کہ ایک بڑے شیخ گدی نشین کا معالجہ کرکے فقر کا راز تحقیق سے دریافت کیا کہ وہ عینیت کے قائل ثابت ہوئے۔ اور اسی ہستی کو جو ہمیں نظر آرہی ہے اسی کو خدا فرماتے تھے اور جیسے ہم نیچر کی ایک طاقت کو مانتے ہیں۔ ویسے ہی ایک مسمریزم کا استاد مجھے ملا تو اسے بھی یہی بتایا کہ وہ نور یا اور جس کے حصول کے لئے ہم لوگ مشق کرتے ہیں اور حالات کشی کے دریافت کرلیتے ہیں۔ اور ازالہ امراض اور دیگر تصرفات کرلیتے ہیں۔ یہی خدا ہے اور کوئی خدا نہیں۔ پھر میں حیران تھا کہ اس تصوف رائج عام اہل اسلام اور لوگ وغیرہ میں کیا فرق ہوا۔ یقین کس طرح کیا جائے

میں نے ایک بزرگ نفس کشی کرنیوالا جو کہ کشف القبور کا بڑا ماہر بھی تھا نام سنا۔ تو اس کے پاس بھی استفادہ کے لئے گیا تو اس کے ہمنشینوں کی زبانی معلوم ہوا کہ ان حضرت کے کبھی مرید نماز اور روزے کی کوئی پروا نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ نمازوں میں کیا رکھا ہوا ہے۔ گو فرمان پیغمبر کے لئے اچھا

لکھا۔ میری عمر اسوقت ۲۰ سال سے کچھ قریب تھی۔ آپ کی وفات پر مجھے کسی بزرگ کی بیعت کا شوق ہوا تو میں نے

ہی ہے۔ مگر تصوف اور فقر میں اس شریعت ظاہری کا کچھ دخل نہیں فقر اور ولایت کچھ اور ہی چیز ہے۔ مگر مجھے پورا یقین تھا آنحضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر خدا کے وصل اور لقا کا طریق نہیں بتائے تھے اور انسان کو کامل اور صاحب عرفان نہیں بناتے تھے تو وہ کس لئے مبعوث ہوئے۔ اس لئے سب اطراف سے دل کی توجہ پھیر کر کسی ایسے رہنما کی تلاش میں جو اسلام کا خاص فقر بتلائے اور منزل مقصود تک پہنچائے۔ اور ادھر کسی مجدد کی بعثت کا وقت بھی آگیا۔ یعنی سنہ ۱۳۰۰ھ پورا ہو گیا۔ لوگوں میں چرچا ہوا۔ تو میں بھی تلاش میں لگا۔ چونکہ مینے حضرت اقدس مسیح موعود ع کو سنا ہوا نہ تھا۔ اس لئے اپنے حنفیوں گدی نشینوں۔ نقشبندیوں قادریوں سے پوچھتا تھا کہ کوئی اس صدی کا مجدد غوث و قطب کہیں ہے۔ تو جواب نفی میں یا بے خبری میں ملتا تھا۔ مگر مجھے ایک خواب آئی کہ ہمارے گاؤں کے مغرب و مشرق کی طرف سے ایک بڑی فوج سواروں کی آسمان پر سے اڑتی ہوئی شمال و مشرق کی طرف متوجہ ہو کر چلی آتی ہے۔ ان میں سے ایک شاہ سوار نیچے کی طرف آیا۔ اور میری چارپائی پر بیٹھ گیا۔ اور مجھے ایک حمائل قرآن کریم اور ایک چاقو مرحمت فرما کر غائب ہو گیا۔ اور ایک فال بین نے مجھے بتایا کہ ایک کامل بزرگ کا نام ع سے شروع ہوتا ہے اس سے تجھے مقصد حاصل ہو گا۔ اور میری والدہ نے مجھے اپنا خواب سنایا کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ تجھے کسی بادشاہ نے پروانہ بھیجا ہے۔ جو کہ غالباً گوشہ مشرق و جنوب میں ہے۔ ان دنوں میرا ایک عزیز مجھے حضرت اقدس کی کوئی کتاب مطالعہ کے لئے دے گیا۔ مگر مینے کچھ توجہ نہ کی۔ اس لئے اس کتاب میں دعوئے مہدی و مسیح کے علاوہ یہ لکھا تھا انا انزلناہ قریبا من القادیان یہ دیکھتے ہی مجھے شیطانی خیال پر سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ماتحت آئے کہ ایں دعیان در طلبش بے خبر اند آنرا کہ خرد خبرش باد نیاورد۔ لیکن میری ہدایت کے لئے ایسا ہوا کہ میں مسجد میں عزیز اکمل اور تلمیذ غلام رسول راجیکی کو قافیہ یا کوئی اور کتاب پڑھا رہا تھا کہ ایک تحصیل کا پیادہ ہاتھ میں کوئی پروانہ لئے ہوئے کسی کا دستخط کرانے یا کسی اور کام کے لئے مسجد میں آکر ہمارا درس سننے لگا۔ مینے اثنائے کلام میں شیطانی تحریک سے الہام مذکورہ بالا پر کوئی حرفی نحو اعتراض اور تمسخر کیا۔ اسپر وہ پیادہ جو میرے لئے رحمت کا فرشتہ تھا بول اٹھا۔ اور مجھے کہنے لگا کہ مولوی صاحب یونہی بلا سوچے سمجھے کسی بزرگ کی بابت ایسے الفاظ بولنے مناسب نہیں۔ آپ کوئی حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب عربی ملاحظہ کریں۔ مینے کہا کہ آپ کے پاس یہ کیسی کتاب ہے؟ اس نے مجھے کتاب دی جو پادری عماد الدین کے لئے تحدی اور اتمام حجت کے لئے کوئی کتاب بدعوی اعجاز تھی۔ مینے اس سے مطالعہ کے لئے لی۔ اس اعجازی کتاب نے مجھے مقصود کی طرف متوجہ کر کے آپ کے فصیح و بلیغ ہونے کا معتقد بنا لیا۔ مگر حضور کا دعوی جو ادعائے نبوت کا ہمرنگ تھا۔ مجھے پسند نہ آیا۔ پھر میرے ایک بزرگ نے اثنائے کلام میں ایک رات کیوقت جب میں نے کوئی گستاخی کا کلمہ حضرت اقدس کے دعوے کی نسبت کہا مجھے فرمایا کہ بچہ یاد رکھ کبھی ایسا گستاخانہ کلمہ حضرت کے حق میں نہ بولنا وہ بڑے بزرگ ہیں۔ میں ان کا مرید تو نہیں۔ مگر انھیں بڑا ہی بزرگ تر جانتا ہوں۔ یہ خیال بھی میرے دل میں مؤثر ہوا

تو ۱۸۹۶ یا ۱۸۹۷ء میں کسی تقریب پر اپنی اخت عزیزہ کو جو امرتسر میں بیاہی ہوئی تھی ملنے آیا۔ اور ساتھ ہی بٹالہ میں اپنے پیر سید لہور حسین صاحب کو بھی ملنے آیا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں مرزا کو قادیان جا کر دیکھ آؤں۔ انھوں نے فرمایا کہ بڑی خوشی سے جاؤ۔ وہ جانتے تھے کہ یہ مولوی ہے اور ہمارا پکا معتقد۔ مرزا کو کب ماننے لگا ہے۔ مینے بھی ارادہ کیا کہ ایک دو باتیں کر کے ان سے واپس آجاؤں گا۔ میں یکہ پر سوار ہو کر ظہر کی نماز کے بعد قادیان پہنچ گیا۔ حضرت اقدس ظہر کی نماز پڑھ کر اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ میرے پوچھنے پر خادموں نے کہا کہ آپ عصر کی نماز کیوقت باہر تشریف لائینگے۔ تب ملاقات ہو گی۔ مینے عرض کی کہ صرف دو باتیں کر کے مینے واپس ضرور چلا جانا ہے آپ اطلاع کر دیں کسی نے پرچہ پر لکھ کر اطلاع دی۔ تو حضور باہر تشریف لے آئے تو میں نے سلام عرض کیا تو آپنے فرمایا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ مینے عرض کی کہ کچھ پوشیدہ سی بات ہے۔ آپ الگ ہو کر تھوڑی دیر سن لیں۔ حضور نے فرمایا آپ ٹھیریئے۔ فرصت کیوقت باتسلی مکالمہ کر لیں یہاں آرام کیجئے۔ مینے عرض کی کہ میں ملازم ہوں مدرس ہوں ابھی واپس جانا ضرور ہے۔ آپ میرا عریضہ سن لیں۔ آپ نے فرمایا یہاں کوئی بیگانہ آدمی نہیں ہے آپنے جو پوچھنا ہے پوچھ لیں۔ غالباً ان دنوں لیکھرام مقتول ہو چکا تھا آپنے الگ ہونا ناپسند کیا ہو گا خیر مینے عرض کی کہ حضور کی تصنیفات میں مینے دیکھا ہے کہ کہ آپ کو وحی ہونے کا دعوی ہے۔ اور یہ تو خاصہ نبوت و رسالت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وحی تو شہد کی مکھی کو بھی ہوتی ہے اور قرآن سے مریم اور ام موسی اور حواری عیسیٰ ع کی وحی کا ذکر ہے۔ پھر حضرت سید عبد القادر رضی اللہ عنہ کی کتاب فتوح الغیب اور حضرت شیخ احمد سرہندی کے مکتوب سے بھی ثابت ہے کہ مکالمات الٰہیہ کامل اولیاء اللہ سے بھی ہوتے ہیں۔ مینے عرض کی کہ وحی تو سوائے انبیاء کے کسی کو نہیں ہو سکتی۔ اسپر علماء کو اتفاق ہے۔ خیر میں بحث کرنے نہیں آیا۔ میں صوفی مشرب ہوں عرض یہ ہے کہ باطنی طور پر اپنی صداقت مجھپر ظاہر فرما دیں پھر حضور نے فرمایا کہ صداقت آپ خدا تعالیٰ سے پوچھیں (یہ پہلی بات تھی جو حضور کی مجھے پیاری لگی) مینے عرض کیا کہ حضور خدا تعالیٰ سے کس طرح پوچھوں آپنے فرمایا کہ دعا اور استخارہ کیا کرو۔ مینے عرض کیا کہ کون سا استخارہ؟ آپنے فرمایا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (یہ دوسری بات تھی جس نے مجھے متاثر کیا) پھر مینے رخصت مانگی کہ واپس بٹالہ جانا ہے یکہ والا منتظر ہے۔ آپ نے پھر بھی فرمایا کہ آپ جلدی نہ کریں کئی روز ٹھیریں۔ مینے ملازمت وغیرہ کا عذر اور پھر کبھی آنے کا وعدہ کر کے رخصت لے لی۔ حضور نے ایک رسالہ غالباً نور القرآن مجھے دیدینے کا حکم دیا۔ اور اندر تشریف لے گئے۔ ہاں مینے نماز ظہر کی یا عصر کی مقتدی ہو کر پڑھی غالباً مولوی قطب دین تھے یا حکیم فضل دین امام تھے۔ قادیان سے باہر آکر وہ نماز دہرائی کہ یہ نماز بحکم علمائے وقت جائز نہیں ہوئی۔ خیر بٹالہ آکر پیر جی کو استخارہ کے ماسوا اپنا اعتراض وحی والا سنا دیا اور پھر بٹالہ سے رخصت ہو کر گھر آیا۔ اور استخارہ مسنون شروع کر دیا۔ دعائیں بھی کرتا رہا۔ آخر تخمیناً چار ماہ میں کوئی تسلی بخش رویا نہ ہوا۔ آخر دعاؤں پر زور دیا یہاں تک اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کر دی کہ اے مولا اگر مجھے استخارہ کا جواب میں کچھ نہ بتایا گیا تو قیامت کے دن جب مہدی کی تصدیق کا سوال ہوا تو عرض کر دوں گا کہ مینے بڑی الحاح سے دعائیں کی تھیں کہ مرزا صاحب کے صدق و کذب سے آگاہ فرمایا جاوے تو اب اگر عذاب یا عتاب ہو تو کیا یہ عدل ہے یا کیا؟ خیر اللہ تعالیٰ نے میری زاری سن لی تو رویا میں دکھایا گیا کہ ایک مسجد ہے۔ غالباً یہی مسجد مبارک میں صبح کی نماز پڑھائی گئی۔ نماز سے فارغ ہوا حضور دالان میں بیٹھ گئے نہایت نورانی چہرہ ریش مبارک کو خضاب۔ سفید لباس سر پر عمامہ مینے عرض کیا کہ میرے سوال کا جواب؟ آپ کے منہ مبارک سے یا کسی فرشتہ کے منہ سے یہ بلند آواز نکلی "جس نے آؤنا سی وہ آگیا"۔

یہ غالباً ۱۸۹۷ء کے آغاز کا ہی رویا ہے من بعد اللہ تم کے فضل ہے میرے عقیدے اور اعمال صالحہ میں ترقی شروع ہوئی۔ پہلی تعلیم حضرت اقدس کی جو خط و کتابت کے ذریعہ ہوئی یہی تھی کہ دعائیں کیا کرو۔ اور نماز سنوار سنوار کر پڑھو حضور کی کتابیں بھی مطالعہ کیں۔ اور فقر اور خدمت شریعت اور طریقت اور معرفت و ولایت سب ایک ہی ہے۔ اصل غرض سلوک یا تصوف بلکہ مذہب اور خلقت انسانی کی عبادت ہے یعنی ہر ایک حرکت و سکون افعال خیالی مقامی کو ماتحت مرضی و منشاء الٰہی کے بجالانا اور جیسے زمیندار کا ملازم بندہ اپنے آقا و مالک کے ماتحت اپنے سارے کام کرتا ہے اس کے حسن و صورت و سیرت اور احسان دیکھ کر اس کا عاشق و صادق ہوتا ہے اور اس کے فرمان بجالاتا ہے اور وہی کرتا ہے جو وہ کہتا ہے۔ اور آقا بھی اسے اپنے صفات سے متصف اور اپنے رنگ میں رنگین کرتا رہتا ہے۔ ویسے خدا تعالیٰ کا صالح بندہ اپنے ذاتی کاموں کو اپنی خواہشوں کو تابع مرضی مولیٰ کر دے اپنے اندر پیدا کرتا۔ اور یہ فرمان الٰہی یعنی مرضی یا تو خود اللہ تعالیٰ سے بطور نبوت اسے ملتے یا نبی و رسول کے وسیلہ سے تاکہ اسے صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ کا انعام ہے۔

یہ ہو فقر و تصوف اور اس زمانہ میں جب کہ ضلالت حد سے بڑھ گئی تھی اور عہد رسالت پر بہت سی مدت گزر گئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے حسب عادت و قانون عہد نبوت کو تازہ کر دیا ہے اور شبہات و تمویہات شیطانیہ و حالیہ کے زمانہ میں سوائے نبوت کے کس طرح صداقت پر یقین دلا سکتا ہے۔ اسی بنا پر خدا کریم نے حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا سچا دین یعنی اسلام یوں ظاہر فرمایا کہ حسب وعدہ استخلاف وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحات لیستخلفنھم اسی اعلائے میں جو ایماء لیستخلفنھم میں مذکور ہے حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مہدی معہود بنا کر بھیجا۔ یہ مبعوث نبی نہ ہوتا تو یقیناً کس طرح ثابت ہوتا کہ دین اسلام ہی سچا ہے۔ معجزانہ اقتداری پیشگوئیاں ہی یہ یقین دلا سکتی ہیں ورنہ اعجوبہ نمائیاں تو اور فرقوں میں بھی موجود ہیں۔ پھر علاوہ ابنائے غیبیہ کے اور بھی سیکڑوں معجزات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ظاہر ہوئے۔ جن سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ اسلام سچا ہے اور یہی خدا سے ملنے کی راہ ہے۔ اور یہ کہ قرآن ہی صراط مستقیم کی ہدایت لاریب ہے۔ اور یقیناً اسی پر مطابق تفسیر و تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عمل کر کے آدمی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ منزل مقصود یہی ہے صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ

ع ۱۲ یعنی صفات الٰہیہ کا مظہر کامل بنانا اور یہ بدون اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہونا ناممکن ہے ایسا اتباع بدون کتاب و سنت محال ہے اور فہم کتاب سنت بدون تفہیم کے جو ایسا ہی و الہیات بحش ہے ہیں ہو سکتی۔ پھر نمونہ کی بھی ضرورت ہے۔ سو احمد بنا احمدی جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا بیان اور نمونہ کے ساتھ